مقالات

الاستاذ محمد ابراہیم شقرہ

ترجمہ: عطاء الرحمٰن ثاقب

# نبوی اندازِ تربیت

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی، پھر آپؐ کھڑے ہو گئے، ہم بھی ساتھ ہی کھڑے ہو گئے، اچانک ایک اعرابی آیا جس نے آپؐ کو گردن میں لپٹی ہوئی چادر سے پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا اور چونکہ آپؐ کی رداۓ مبارک کھردری تھی، آپؐ کی گردن سرخ ہو گئی ——— نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی جانب متوجہ ہوئے تو اس نے کہا کہ "میرے ان دو اونٹوں کو سامان سے لاد دو کیونکہ یہ تمہارا یا تمہارے باپ کا مال نہیں ہے"! اس اعرابی کی یہ بات سن کر آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا، "نہیں! واقعی یہ میرا اور میرے باپ کا مال نہیں ہے اور تیری خواہش ضرور پوری ہو گی مگر مجھے گرفت سے تو آزاد کرو۔" لیکن اعرابی یہ کہتا رہا کہ "میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا"، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب ہم نے دیہاتی کی یہ بات سنی ہم جلدی سے اس کی طرف لپکے مگر فوراً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری جانب متوجہ ہوئے اور ایک شخص کو بلا کر کہا کہ "اس کے ایک اونٹ کو جو اور دوسرے کو کھجوروں سے بھر دو" اس کے بعد آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، "جاؤ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔"

یہ حدیث عملِ تربیت کے میدان میں بعد میں آنے والی تمام نسلوں کے لیے مکمل مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے، یہ اندازِ تربیت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ ہر بعد میں آنے والی نسل اپنے سے پہلی نسل سے اسے اخذ کرتی رہے تو اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید ترقی ہوتی رہے گی، جبکہ دوسرے مذاہب و افکار کے نظریاتِ تربیت کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے

آتی ہے کہ ان میں اس قدر جامعیت اور کمال نہیں ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وُہ ناقص ہوتے چلے جاتے ہیں اور لوگوں کے وقتی تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ان میں وُہ قوتِ تاثیر بھی باقی نہیں رہتی جس کی بنا پر لوگ انہیں قبول کرنے پر آمادہ ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر عملی اور تطبیقی عنصر کا فقدان ہوتا ہے کہ جسے عناصرِ تربیت میں بنیادی اور انتہائی اہم حیثیت حاصل ہے۔

لیکن جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندازِ تربیت کا تعلق ہے تو وُہ ایسا موثر انداز ہے کہ اگر اسے اختیار کر لیا جائے تو انسان کی شخصیت نکھر جاتی ہے، اس کی شخصیت کے اندر تمام انسانی خصوصیات آجاتی ہیں اور وُہ انسانیت کا وفادار انسان بن جاتا ہے، پھر اس کے دل میں ایک قسم کا درد اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور وُہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے کہ جب تک وُہ اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھے گا وُہ دیانتدار اور سچا شخص نہیں بن سکتا — نبوی اصولِ تربیت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وُہ فقط نظریاتی نہیں ہے بلکہ وُہ ایک عملی اور تطبیقی نظامِ تربیت ہے۔ پہلے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خود کرتے ہیں پھر دوسروں سے فرماتے ہیں کہ اس عمل کو تم بھی اختیار کرو، اور اگر اگر یہ فقط نظریاتی نظام ہوتا تو اس کے اور ان نظریاتِ تربیت کے مابین کوئی فرق نہ ہوتا جنھیں علماءِ تربیت مختلف احوال و ظروف میں مختلف مراحل پر وضع کرتے چلے آتے ہیں —— لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ایک طرف انسانی سوچ اور محض بشری کلام ہے تو دُوسری طرف وحی الٰہی اور پیغامِ ربانی ہے جو علیم و خبیر کی طرف سے اپنے رسولؐ کی جانب بھیجا گیا، اور یہی وجہ ہے کہ اس نظام میں تاثیر بھی ہے اور قناعت بھی!

درحقیقت یہ مسلمانوں کے لیے مقامِ سعادت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ تربیت میں پہلے خود اپنی ذات پر تجربہ فرماتے تھے —— اور اس سلسلے میں آپؐ کسی بڑی سے بڑی سختی کو بھی خاطر میں لانے والے نہ تھے بلکہ اس لحاظ سے آپؐ کی شخصیت ایک منفرد شخصیت نظر آتی ہے اور یہ ایک ایسا امتیازی اور انفرادی وصف ہے جو نبوّت و رسالت کے سوا کسی کو لائق نہیں ہے —— آپؐ کی شخصیت تجربہ کی تمام سختیوں کو جھیلتی اور تمام اذیتوں کو برداشت کرتی رہی تاکہ امّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام)

کی مکمل تربیت ہو اور مسلمانوں کے لیے اس عمل کو اپنی ذات پر منطبق کرنے میں کسی قسم کا دشواری نہ ہو ——— تاریخِ انسانیت میں یہ نظریۂ تربیت سب نظریات سے اعلیٰ، افضل اور انتہائی بلند ہے۔

اور یہ بھی مسلمانوں کے لیے باعثِ سعادت ہے کہ نبوی نظامِ تربیت اسلام کے دوسرے نظاموں کی طرح وحی کی تعلیمات پر مشتمل ہے ——— اور اس لحاظ سے یہ انتہائی مقدس، عظیم اور اعلیٰ ترین نظام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسلوبِ تربیت کو پہچاننے کے لیے ہمیں دُور جانے کی ضرورت نہیں، صرف مذکورہ ایک حدیث پر ہی غور کر لیا جائے تو اس سلسلے میں آپؐ کی تمام خصوصیات نمایاں ہو جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہونے کے باوجود ایک انسان تھے۔ ہر شخص آپؐ سے مخاطب ہو سکتا تھا۔ آپؐ کی مجلس میں بیٹھتا۔ آپؐ سے لین دین اور سوال و جواب کر سکتا تھا!

غور فرمائیں کہ تند مزاج اور سخت طبیعت اعرابی آپؐ کے ساتھ کس انداز سے پیش آیا مگر آپؐ نے اس کی ترشی کے مقابلے میں کیسا انداز اختیار فرمایا، وہ اچانک نمودار ہوتا ہے اور آپؐ کی ردائے مبارک کو کھینچنا شروع کر دیتا ہے۔ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑ جاتے ہیں مگر آپؐ نہ ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں اور نہ اسے ڈانٹتے ہیں ——— اور یہ ممکن تھا ہی نہیں کیونکہ آپؐ نے زندگی بھر اپنی ذات کے لیے نہ کبھی غصّے کا اظہار کیا ——— اور نہ ہی کسی سے اپنی ذات کی خاطر انتقام لینے کا سوچا ——— بلکہ اس کے برعکس آپؐ اس کھردری طبیعت والے اعرابی کی جانب سائلانہ نظر سے دیکھتے ہیں، جیسے فرما رہے ہوں کہ "اے میرے امتی بتا تو سہی تجھے کس چیز کی ضرورت ہے تاکہ میں وہ پوری کر دوں"؟ تو اعرابی جواب دیتا ہے اور اس کے جواب میں وہی ترشی ہوتی ہے کہ "میرے ان اونٹوں کو غلّے سے لاد دو" ——— اور پھر وہ اس سے بھی زیادہ تلخ بات کہتا ہے کہ "یہ تم مجھے اپنے یا اپنے باپ کے مال سے نہیں دے رہے ہو"!

اور یہ بھی عرض کر دوں کہ آپؐ کا یہ موقف ہمیں ان تلخ مزاج اور ترش لوگوں کی جانب بھی توجہ دلاتا ہے جو اپنے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ کلمۂ حق کہنے میں کسی سے نہیں

گھبراتے ہیں اور بڑے نڈر اور دلیر ہیں —— نہیں شجاعت تلخ مزاجی کا نام نہیں اور نہ ہی طبیعت کی سختی کلمۂ حق کی ادائیگی کا نام ہے —— بلکہ کلمۂ حق کہنے کا وہی انداز درست اور صحیح ہے جو ہمیں آدابِ نبوی سے حاصل ہوتا ہے اور آپؐ کا طریقۂ تربیت بھی وہ طریقہ ہے جس کی بنیاد پر زبان سے نکلا ہوا کلمہ براہِ راست دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس قدر وسیع القلب تھے کہ آپؐ نے کبھی ذاتی انتقام کے متعلق سوچا تک نہ تھا —— بلکہ آپؐ اپنی امت کے لیے ایک شفیق باپ تھے، صبر و محبت کا دریا تھے اور بہترین محافظ تھے —— اگر آپؐ اپنی امت کی طرف سے پہنچنے والی ہر اذیت پر صبر نہ فرماتے تو اور کون ان مکارم اخلاق کی تعلیم دے سکتا؟ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اس ہستیٔ مقدس پر کہ جس سے بڑھ کر انسانیت نے عظیم ہستی نہیں دیکھی۔

اعرابی مزید تلخ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ "میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا" —— لیکن حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو یہ سبق سکھلانا چاہتے ہیں کہ برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ عفو و درگزر سے دینا چاہیے، چنانچہ اپنے ایک صحابی کو بلا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ "جاؤ اس کی خواہش کو پورا کرو!"

آپؐ کا یہ درسِ تربیت ایک تطبیقی درس ہے —— اور اس خدشہ کے پیشِ نظر کہ کہیں آپؐ کے صحابہؓ اس اعرابی کو برا بھلا نہ کہیں، ان سے فرماتے ہیں کہ "جاؤ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ!" —— کتنی عظیم ہے انبیاءؑ کی انسانیت اور کیسا خوب ہے ان کا اندازِ تربیت! صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین!

---

# ہم اپنے قارئین کی خدمت میں

**محدث** کی توسیعِ اشاعت کے لیے ایک ایک فارم روانہ کر رہے ہیں۔

براہِ کرم اس فارم پر دینی علوم کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والوں کے نام اور پتے خوشخط تحریر فرما کر اسے بواپسی ڈاک دفتر محدث کو روانہ فرما دیں تاکہ ان حضرات کو نمونہ کا پرچہ روانہ کر کے محدث کے مستقل قارئین بننے کی دعوت دی جا سکے شکریہ!

—— مینجر